رجسٹرڈ ایل نمبر

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زبان ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ

ہفتہ وار اخبار

الحکم

قادیان

دورِ جدید

چہ گویم با تو گرائی چہا در قادیاں بینی
دو ابینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

بیا در بزم مستان تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگرو ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ

حکومت اور والیانِ ریاست سے ۱۰
امرا و رؤسا سے ۶
معاونین سے ۵
عوام سے ۳
ممالک غیر سے ۱۲

مدیر المسیح

قادیان دار الامان سے ہر ماہ عیسوی کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

مدیرِ اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیرِ مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۶ | مورخہ ۷ و ۱۴ و ۲۱ و ۲۸ جون ۱۹۴۳ء مطابق ۷-۱۴-۲۱-۲۸ احسان ۱۳۲۲ ہش | نمبر ۱۲ تا ۱۵

پیارے الحکم کو دیکھکر

زندہ گشتہ بعد مرگِ صد ہزار

میری مرکز سے غیر حاضری اور عزیز مکرم محمود احمد صاحب عرفانی کی مسلسل اور پیہم علالت اور جماعت کی سہل انگاری یا غفلت نے مل کر گذشتہ سال کے اپریل سے لیکر اس وقت تک موقعہ نہ دیا۔ کہ میں یا عزیز محمود

الحکم کو جاری رکھ سکتے

آخر وہ وقت آگیا۔ کہ الحکم کی قانونی موت پر ہم سے دستخط کا مطالبہ کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

"الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقعہ خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا۔ وہ کروڑوں روپیہ خرچ کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔ میں کہتا ہوں۔ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے۔ کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس خدمت کی توفیق دے۔ اللّٰھم اٰمین (مکتوب مورخہ ۷ جنوری ۱۹۴۳ء)"

الحکم انشاء اللہ العزیز فنا کے دروازے سے نکل کر حیاتِ ابدی کی پُر فضا وادی میں داخل ہو چکا ہے۔ اس پر موت و حیات کی مختلف کیفیتیں گزری ہیں۔ اور وہ ان ابتلاؤں میں زندہ رہا۔ اور آگے بڑھا اور اپنے مرکزی نقطہ موضوع سے بحمد اللہ الگ نہ ہوا۔ نہ اسے اغیار کی سازشیں ہلاک کر سکیں۔ نہ بھائیوں کے مشورے اس کو مرکز مقصود سے الگ کر سکے۔ اسکی تکلیفوں اور ابتلاؤں کی تاریخ نہایت دردناک ہے۔

وہ قصے اور ہوں گے جن کو سُنکر نیند آتی ہے
جگر پھٹ جائیگا سُنکر داستاں میری

وہ واقعہ جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ کہ الحکم کی قانونی موت کے وارنٹ پر ہم سے دستخط کا مطالبہ کیا گیا۔ میں اور محمود جس نے ۱۹۱۲ء میں کہا تھا۔ (اک نبی زادے کا ہم نام ہوں میں) اپنی موت کے وارنٹ پر خوشی سے دستخط کر دینے کو تیار ہو سکتے تھے۔ اور ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسا موقعہ آجاتا۔ مگر

الحکم کی موت کے وارنٹ پر دستخط نہیں کر سکتے تھے

کوئی نہیں جانتا۔ کہ اس غریب بیمار محمود کے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ جب اسے اس کے لئے طلب کیا گیا

محرم ایں درد او خبر عالم اسرار نیست

اس نے مجھے لکھا۔ اور میں نے ہدایت کی۔ کہ تم سے کوئی سلوک ہو۔ مگر اس پر دستخط نہ کرنا۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ اور میں نے اپنی رات کو آستانہ ربی پر گر کر صبح سے تبدیل کیا۔ اور عرض کیا۔ مولیٰ کریم! تو جانتا ہے۔ میں نے اس کو کسی دنیوی نفع کے لئے جاری نہ کیا تھا۔ تو نے اپنی قدرت نمائی سے مجھ پر حملہ کرنے والوں کو دکھا دیا۔ کہ تو جب کسی کے رزق کو وسعت بخشتا ہے۔ تو غیر معمولی مناظر پیش آتے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ نے مجھ سے بیعت لی تھی۔ کہ میں الحکم کو بند نہیں کروں گا۔ کیا تو مجھے اس میثاق کے توڑنے کے ابتلاء سے نہ بچائے گا۔ وہ خدا جس نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی اس دعا کو جو بد موقع جاریہ کی گئی تھی۔ سنا تھا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ادنیٰ ترین خادم کی دعا کو جو حضرت کے واسطہ سے کی گئی تھی۔ سنا۔ اور مسیح کا پیالہ تو نہ ٹلا۔ (گو دوسرے رنگ میں وہ ٹل گیا) مگر اس محسن حقیقی نے حضرت مسیح موعودؑ

دی اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پبلشر و پرنٹر دفتر الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔

کی عزت و وجاہت کے واسطہ کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اور یہ پیالہ ٹل گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک میں حکومت کا شکر گذار ہوں۔ کہ اس نے جائز عذرات کو قبول فرمایا۔ اور عزیز محمود احمد عرفانی نے اپنی صحت اسی دُرِ نایاب کی حفاظت میں قربان کر دی ہے۔ اس ابتلا کے وقت دوسرے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کہ اس نے

کن مشکلات میں اس پرچہ کو نکالا

میں بحیثیت مؤسس الحکم نہیں۔ بہ حیثیت باپ نہیں۔ بلکہ الحکم کے بقاء و استحکام کا احمدی ہونے کی حیثیت میں ذمے دار ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں۔

الحکم زندہ بادا

اس نمبر میں بیمار مگر دل کے بہادر مدیر مسئول نے لکھا ہے کیا الحکم جاری رہ سکے گا اور اس نے اپنے بقایاداروں سے مطالبہ کی بجائے اپیل کی ہے۔ میں خدا کے فضل و رحم پر بھروسہ کر کے اسے یقین دلاتا ہوں۔ کہ

الحکم زندہ اور جاری رہیگا

میں حوادث اور ابتلاؤں کا ذکر نہیں کرتا۔ مگر وہ اپنی عمر کے ۴۵ سالوں میں ہر قسم کے طوفان میں چٹان کی طرح کھڑا رہا ہے۔ وہ آئندہ بھی بحولہٖ و بقوتہٖ رہے گا۔ ہم گذر جائیں گے۔ تو ہماری نسل اسے قائم رکھے گی۔ میں اس کے لئے منطقی دلائل نہیں پیش کرتا۔ بلکہ ذوقی بات کہتا ہوں۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اپنے محولہ بالا مکتوب میں فرمایا ہے۔ "لیکن دل یہی چاہتا ہے۔ کہ اپنی ظاہری صورت میں بھی الحکم زندہ رہے۔ اور آپ نے دعا فرمائی ہے۔" کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اسکی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللھم آمین"

میری شعاع امید اس دعا کی قبولیت ہے۔ میں حضرت امیر المؤمنین کی دعاؤں کے کرشموں کو دیکھ چکا ہوں۔ دیکھتا ہوں۔ میں ان اسباب سے محض ناواقف ہوں۔ جو اسکی حیات کا موجب رہیں گے۔ مجھے شکایت ہے۔ اور دردمند دل سے شکوہ ہے۔ کہ احباب جماعت نے وہ تعاون جو تعاون کا حق ہے۔ الحکم سے نہیں کیا۔ حضرت امیر المؤمنین نے اپنی ایک تقریر میں الحکم کے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔ (میں مفہوم بیان کرتا ہوں)

کہ کیا ماں باپ بڈھے ہو جائیں۔ تو انہیں گھر سے نکال دیا جاتا۔ آپ کے اس ارشاد میں الحکم کو آپ نے وہ اعزاز بخشا ہے۔ کہ میں اور میری نسلیں اس کے شکریہ سے عاجز ہیں کیونکہ الحکم جماعت کی تربیت میں شانِ ابوت و امیت رکھتا ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے کتنی روحوں نے سعادت کے چشمہ سے سیرابی حاصل کی۔ اور وہ دودھ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آسمان سے اترا تھا۔ وہ الحکم کے ذریعہ جماعت کے نشو و نما کا ایک ذریعہ ہوا۔ یہ میری کوئی خوبی نہ تھی۔ میرا کوئی عمل نہ تھا۔ وہ خدا جو امیوں میں ایک عظیم الشان نبی برپا کرتا ہے۔ (فداہ روحی) وہ خدا جو

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

کی شان رکھتا ہے۔ اس نے ایک ذرہ بے مقدار اور ایک امی محض کو اس مسیحا کی خدمت کی توفیق دے دی۔ میں احباب جماعت سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر آپ حضرت امیر المؤمنین کی اس قلبی تمنا کا احترام کرتے ہیں۔ کہ

الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے

تو کیا تم اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنے چند سکوں سے مضائقہ کرتے ہو؟ میں ان دوستوں کے عذر کو تسلیم نہیں کرتا۔ جو کہتے ہیں۔ "باقاعدہ نہیں نکلتا" اس لئے کہ وہ سلسلہ کے روزانہ اخبار "الفضل" سے کیا سلوک کر رہے ہیں۔ اسکی دردناک اپیلیں ان پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ سلسلہ کے رسالجات ریویو اردو انگریزی اور انگریزی اخبار سن رائز سے کیا سلوک ہے؟ پس میں اس قسم کے عذرات کو کبھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

الحکم اب تک جاری رہا۔ اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ تو ان مومنین کے تعاون سے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آغوشِ سعادت میں تربیت پائی تھی۔ ان میں سے ایک نہایت پرانے رفیق (اللہ تعالےٰ ان کی عمر اور صحت اور ہمت میں برکت دے) مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعت ابالہ ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ کہا ہے۔ کہ

الحکم کا ایک پرچہ بھی سال میں کسی قیمت پر ملے۔ تو ہم اسکو بہترین بدل سمجھتے ہیں

وہ الحکم کی یاد اس کے مدیران کی کسی ذوقی خوبی اور زورِ قلم کی وجہ سے نہیں۔ (اگرچہ میں اسے تحدیث بالنعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے بارہا فرمایا۔ کہ میں صرف تین ایڈیٹروں کا قائل ہوں۔ چشتی صاحب یعقوب علی اور مولوی انشاء اللہ خاں اور حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اگر میرا اخبار قادیان سے نکلتا ہوتا۔ اور الحکم کو شیخ یعقوب علی صاحب جس رنگ میں نکالتے ہیں۔ تو میں اپنا اخبار بند کر دیتا)

بلکہ صرف اسلیئے کہ وہ الحکم کو دیکھکر عصرِ سعادت کی صبح و شام کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنین نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ اگر احباب تین تین سو خریدار نہ دیں گے۔ تو میں خزانہ انجمن سے اسکی قیمت دے دوں گا۔ (مفہوم حضرت امیر المؤمنین)

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں الحکم کو اپنے ہونے والے جانشین کی تولیت میں دیا۔ انہوں نے انجمن کے سپرد نہیں کیا۔ اور اپنی ایک تقریر میں الحکم کے لئے چھ ہزار کی اپیل بھی کی۔ میں یہ باتیں اسلیئے نہیں لکھ رہا ہوں۔ کہ میں کوئی خاص تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں میرا مقصد یہ ہے۔ کہ

آؤ ہم سب مل کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت کے سب سے پہلے علمبردار اور جس کو حضور ع نے ازراہِ کرم اپنا بازو قرار دیا۔ اور جس کے ظاہری صورت میں زندہ رہنے کی ہمارا اولوالعزم امام خواہش ظاہر کرتا اسے ظاہری شکل میں زندہ رکھیں۔

دوستو! یاد رکھو تم اس راستہ میں کچھ خرچ کر کے نقصان نہیں اٹھاؤ گے۔ تم اپنی منتوں کا اجر پاؤ گے۔

آپ الحکم کی امداد کس طرح کر سکتے ہیں

اب یہ سوال ہے۔ کہ آپ الحکم کی امداد کس طرح کر سکتے ہیں۔ (۱) خود اس کے خریدار ہو کر قیمت بھیجدو (۲) آپ کے ذمہ جو بقایا ہے۔ اس کو تکلیف اٹھا کر بھی ادا کر دو۔ (۳) الحکم کے کتب خانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت۔ آپ کے مکتوبات اور قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کا جو ذخیرہ ہے۔ اسے خرید لو۔ الحکم اس وقت جاری رہا۔ جب جماعت غرباء کی تھی۔ اور اسکی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اب جبکہ تمہارے سالانہ بجٹ لاکھوں کے ہیں اور جماعت لاکھوں تک خدا کے فضل سے پہنچ گئی ہے۔

تم اپنے سب سے پہلے اخبار کو زندہ نہیں رکھ سکتے (بصورت ظاہر)

تنہائی میں سوچو۔ اپنے بستروں پر لیٹ کر سوچو۔ کہ کیا تمہارا کوئی فرض ہے؟

میں امید نہیں کرتا۔ کہ ایک قدیم خادم کی آواز صدا بصحرا ثابت ہو۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا۔ تو میں یقین رکھتا ہوں۔

کہ وہ خدا جو پتھروں میں سے پانی کے چشمہ جاری کرتا اور پتھروں کے سنگریزوں کو جواہرات بنا دیتا ہے۔ وہ غیر معلوم اسباب سے میری مدد کریگا۔ سلسلہ کی پھیلی ہوئی انجمنوں کی کثرت اگر ایک ایک اخبار خریدے قومی حیثیت سے تو الحکم کے بقاء و استحکام کا موجب ہو سکتی ہے۔ میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ

الحکم کے ابتدا سے لیکر اب تک فائل موجود ہیں

جو تاریخ سلسلہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات۔ مکتوبات۔ الہامات کے امین ہیں۔ ہر ایک جماعت میں ایک ایک مکمل فائل رہنا چاہیئے۔ اگر دو سو انجمنیں اور افراد فائلوں کے اس سلسلہ کو خرید لیں۔ اور قیمت بھی قسط وار ادا کریں۔ تو میں خدا کے فضل و رحم پر بھروسہ کر کے کہہ سکتا ہوں۔ کہ

الحکم کے بقا و استحکام کا انتظام ہو سکتا ہے

میں دیکھوں گا۔ کہ احباب اسے کس نکتہ خیال سے پڑھتے ہیں۔ ان کے سامنے چاندی کے چند سکوں اور الحکم کے بقا کا سوال ہے۔ وہ جسے چاہیں۔ پسند کریں۔

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتو میگویم
تو از سخنم خود پند گیرد خواہ ملال

(خادم سلسلہ عرفانی کبیر)

(بقیہ مضمون صـ۳)

حضورؑ اس طرح دوڑنا شروع کر دیا۔ کہ اس دوڑ دھوپ کو دیکھ کر بازار میں میں نے خود کئی مخالفین کو یہ کہتے سنا۔ کہ یہ لوگ واقعی پروانوں کی طرح جان فدا کرتے ہیں۔ اسی موقعہ پر ایک دن حضورؑ ریتی چھلہ میں بڑ کے درخت تلے کھڑے ہو گئے۔ اور احباب نے مصافحہ کرنا شروع کیا۔ اس وقت کسی نے اونچی آواز سے کہا۔ کہ رات کو کون بھوکا رہا۔ کیونکہ الہام ہوا ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ جب اس بات پر زور دیا گیا۔ کہ درست واقعہ کو چھپانا ٹھیک نہیں۔ تو دو ایک زمیندار سامنے آئے۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں گلہ نہیں۔ ہم چونکہ دیر سے آئے تھے اور لنگر خانہ بند ہو چکا تھا۔ اس لئے کھانا نہ مل سکا۔ یہ واقعہ جہاں تک میرے ذہن نے یاوری کی لکھ دیا ہے۔ مجھے تو اس وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مصافحہ کرنے کی اس قدر تڑپ تھی۔ کہ کئی دفعہ ہجوم کو چیر کر اور لوگوں کی ٹانگوں میں سے گذر کر بھی مصافحہ کر لیتا تھا۔ اور اس پر بھی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔

سیرت المہدی کا ایک ورق

روایات ڈاکٹر عمر الدین صاحب متوطن گجرات مقیم افریقہ

(بتوسط صیغہ تالیف و تصنیف قادیان دارالامان)

میں اس ملک افریقہ میں فروری سنہ ۱۹۰۱ء میں ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ۔ صوفی نبی بخش صاحب اکونٹنٹ اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے زمانہ میں آیا۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ کے اخلاق فاضلہ شفقت اور ہمدردی کو دیکھ کر کثرت سے لوگ سلسلہ حقہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ یہی وقت تھا۔ جبکہ ہادیٔ زمانہ کا پیغام میرے کانوں تک پہنچا۔ میں نے اپنی قسمت کے مقدمہ کو بارگاہِ ایزدی میں پیش کر دیا۔ اور نہایت تضرع۔ ہمت اور استقلال سے ہر روز تہجد میں دعا مانگنی شروع کی۔ کہ اے میرے پیارے رب اور غیب کے جاننے والے خدا۔ میری فریاد سُن۔ میری رہبری فرما۔ اور مجھے اس راستہ پر چلا۔ جو تیرے علم میں صحیح ہے۔ تاکہ میں کہیں راہِ ہدایت سے دور نہ پھینکا جاؤں۔ کیونکہ میں خود تو عاجز کمزور اور گنہگار اور کم علم ہوں۔ الحمد للہ کہ میرے مولیٰ نے میری فریاد سُن لی۔ اور پھر خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مجھے نہایت صفائی سے وہ خوابیں دکھلائی گئیں۔ جن کی بنا پر میں نے کریگو سٹیشن سے جو کسمو ضلع میں واقع ہے۔ اور جہاں کے ہسپتال کا میں انچارج تھا۔ ۳۰ جون سنہ ۱۹۰۵ء کو بذریعہ خط خدا کے پیارے محبوب کی (خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں آپؑ پر ہوں) بیعت کی۔ بس پھر کیا تھا۔ عبادت میں وہ لطف آنا شروع ہوا۔ کہ جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کیونکہ وہ فرشتوں کے نزول کا ایک زمانہ تھا۔ اور یہ ڈاک میں پیارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تازہ وحی ہوتی۔ اور پوری ہوتی سُنی جاتی تھی۔ دل ہر وقت حضرت اقدس ؑ کی ملاقات کے لئے تڑپتا رہتا تھا۔ اور حد سے بڑھ کر بیقراری شروع ہو گئی۔ آخر خدا خدا کر کے میری رخصت کا وقت قریب پہنچا۔ خدا نے میرے پیارے مسیح کے نذرانہ کی تحریک میرے دل میں ڈالی۔ میں نے چار شتر مرغ کے انڈے لے جانے کا ارادہ کیا۔ مجھے ان کے حاصل کرنے اور پرمٹ لینے کے لئے جرمن پورٹ سے کوشش کرنی پڑی۔ کیونکہ ایسٹ افریقہ سے اس کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔

اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء کو میں اپنے وطن کے لئے روانہ ہوا۔ گجرات پہنچے۔ پر میں نے اپنے والد صاحب (مرحوم) و بھائی صاحب (مرحوم) کو سلسلہ احمدیہ کا مخالف پایا۔ جن کے لئے ہر نماز میں رو رو کر دعائیں مانگتا رہا۔ آخر خدا نے میری مدد کی۔ اور میرے والد صاحب معہ چند اور دوستوں کے جلسہ سالانہ پر جانے کے لئے راضی ہو گئے۔

سنہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ پر جماعت گجرات کے ساتھ ہم قادیان شریف کی پیاری بستی میں جا پہنچے۔ میں نے قادیان میں پہنچتے ہی عجیب نظارہ دیکھا۔ کہ سب جماعتیں اور بڑی بڑی بزرگ ہستیاں حضرت اقدس ؑ کی ملاقات کے لئے سخت بیقرار اور ترس رہی ہیں۔ اور ملاقات کے لئے سر توڑ کوشش کر رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میری حیرت اور فکر کی انتہا نہ رہی کیونکہ میں ایک مسافر کی حیثیت میں ایک دور دراز ملک سے تھوڑے عرصہ کے لئے گیا تھا۔ اور ملاقات کے لئے دو سال سے تڑپ رہا تھا۔ اور یہ میری دلی آرزو تھی۔ کہ حضرت اقدس ؑ کی ملاقات کا موقعہ تنہائی میں میسر آئے۔ جو بظاہر مشکل نظر آ رہا تھا۔

ہماری جماعتِ گجرات لنگر خانہ میں کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ اور میں ملاقات کی فکر میں اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے مسجد مبارک کے نیچے والی گلی میں سے گذر رہا تھا کہ ایک بھائی کو اسی گلی میں سے چلتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ میں ایک دور دراز ملک سے آیا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ حضرت اقدس ؑ سے تنہائی میں ملاقات ہو جائے۔ آپ مجھے کوئی طریقہ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا۔ اس دروازہ میں سے ایک مائی بوڑھی حضرت اقدس ؑ کی خادمہ اکثر آتی جاتی ہے۔ اس سے کہیں۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی۔ کہ وہ خادمہ نظر آ گئی۔ میں دوڑ کر گیا اور اسے کہا۔ مائی جی میں بہت دُور کے ملک سے آیا ہوں۔ اور حضرت اقدس ؑ کی تنہائی میں ملاقات کا شائق ہوں۔ مہربانی ہو گی۔ اگر حضور علیہ السلام کی خدمت میں مجھ مسافر کا پیغام پہنچا دیں۔ مائی صاحبہ نے بڑی شفقت اور خوشی سے کہا۔ کہ ذرا ٹھہرو۔ میں آتی ہوں۔ وہ جا کر معاً واپس آ گئی۔ اور خوشخبری سنائی۔ کہ تمہاری مراد پوری ہو گئی۔ حضرت اقدس ؑ نے فرمایا ہے۔ کہ اوپر آ جائیں۔ میں ان چند غیر احمدی دوستوں کو بھی جو میرے ساتھ آئے تھے۔ بلا کر لے آیا۔ اور جونہی ہم اوپر گئے۔ اور صحن میں کھڑے ہی ہوئے تھے۔ کہ کھڑکی کا دروازہ کھلا۔ اور حضرت اقدس ؑ نے باہر آتے ہی السلام علیکم کہا۔ افسوس کہ پہلے ہمیں السلام علیکم کہنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ میرے والد صاحب مرحوم باوجود مخالف ہونے کے حضور کے قدموں میں گر پڑے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازراہِ کرم اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر کو اٹھا کر کہا۔ سجدہ کے لائق ذات باری ہی ہے۔ اس کے بعد عاجز نے شتر مرغ کے چار انڈے بطور نذرانہ پیش کئے۔ حضور نے ازراہِ کرم قبول فرمائے۔ اور نہایت شفقت اور محبت سے میرے افریقہ میں رہنے اور سفر کے دیگر کوائف دریافت کئے۔ اور میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر فرمایا۔ کہ اس دنیا سے دل نہیں لگانا چاہیئے۔ اور یہ کہ اپنے آپ کو اس مسافر کی حیثیت میں سمجھنا چاہیئے۔ جو کسی مسافر خانہ میں ٹکٹ لیکر گاڑی کا انتظار کر رہا ہو۔ اور مجھے کثرت سے استغفار پڑھنے کی بھی حضور ؑ نے تاکید فرمائی۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ باقاعدہ خطوں میں دعا کے لئے لکھتے رہو۔

پھر حضور ؑ نے میرے والد صاحب کی معہ دو تین اور غیر احمدیوں کی جو میرے ہمراہ تھے بیعت لی۔ ازاں بعد حضور ؑ نے اس قدر تڑپ اور سوز کے ساتھ ہمارے لئے دعا فرمائی۔ کہ حضور ؑ کی آنکھیں پُر آب ہو گئیں۔ اور ہمارے لئے بھی آنسوؤں کا روکنا محال ہو گیا۔ دل اسقدر نرم اور گداز تھا۔ کہ اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ آج بھی وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ حضور ؑ کے دستِ مبارک میں ہاتھ دینا۔ حضور کا نورانی چہرہ دیکھنا۔ حضور کی شفقت بھری شرمیلی آنکھوں کا پُر آب ہونا۔ اور مجھ عاجز کمزور گنہگار کے لئے ہدایت استغفار فرمانا۔ اور بار بار دعا کے لئے لکھنے کی ہدایت فرمانا۔ آہ جب وقت بھی وہ سماں یاد آتا ہے۔ طبیعت پر بجلی کا اثر ہو کر آنسوؤں کا تار بندھ جاتا ہے۔ کیا وہ مبارک زمانہ تھا۔ مخالفت کے بڑے بڑے پہاڑوں کو خدا کے پیارے نبی کی دعاؤں سے اڑتے دیکھنے کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ الغرض بیعت اور دعا کے بعد حضور نے مصافحہ سے سرفراز فرمایا۔ اور اجازت بخشی۔ جب جماعت گجرات کے احباب نے معہ نواب خان صاحب تحصیلدار ہماری اس ملاقات کا حال سُنا۔ تو رشک سے کہنے لگے۔ کہ ہمیں ساتھ کیوں نہ لے گئے۔

انہی ایام جلسہ میں حضرت اقدس کی تقریر مسجد اقصیٰ میں سورۃ فاتحہ پر سننے کا فخر حاصل ہوا۔ حضور ؑ نے چار صفات الٰہیہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ عرش صفتٌ تو ایک وراء الوراء مقام کا نام ہے۔ اور یہی چار صفاتِ الٰہیہ ہیں۔ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

اس موقعہ پر حضور ؑ نے فرمایا۔ کہ آپ سب لوگ میرے رب کی طرف سے ایک نشان ہیں۔ کیونکہ میرے رب نے مجھے الہاماً فرمایا تھا۔ کہ دُور دُور سے لوگ تحفہ تحائف لے کر تیرے پاس آئیں گے۔ پس آپ خود غور کریں۔ کہ کہاں کہاں سے آپ لوگ آئے۔ میں نے جب غور کیا۔ تو پیارے نبی کے الہام کو اپنے وجود میں ثابت ہوتے ہوئے پایا۔ دوران تقریر میں ہاتھ اٹھا کر ارد گرد کی چھتوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف (جن میں غیر مسلم مستورات بھی تھیں) فرمایا۔ غالباً وہ ڈپٹیوں کے مکانوں کی چھت تھی۔ جو اب خدا کے فضل و کرم سے صدر انجمن احمدیہ کے قبضہ میں ہے۔ ان لوگوں سے پوچھو۔ کہ کیا میرے رب نے مجھے پیش از وقت اطلاع نہ دی تھی۔ کہ لوگ جوق در جوق آئیں گے۔ اس پر کئی مردوں اور عورتوں کو سر ہلاتے اور کہتے سُنا۔ کہ ہاں یہ سچ کہتے ہیں۔ شاید اسی دن ہمارے کانوں تک یہ آواز پہنچی۔ کہ پچھلے پہر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریر سکول کے صحن میں ہو گی۔ ہم بھاگے بھاگے تقریر سُننے کے لئے گئے۔ حضور کی عمر اس وقت شاید ۱۶ یا ۱۷ برس کی تھی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی زیر صدارت حضرت صاحبزادہ صاحب نے تقریر کی۔ یہ پُر تاثیر تقریر حقائق و معارف کا خزانہ تھی۔ اور اس قدر دینی جوش اور ولولہ کے ساتھ کی گئی تھی۔ کہ سامعین پر اسکی سحر کاری کا بے حد اثر تھا۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کو نہایت محبت اور پیار سے بٹھاتے ہوئے اپنی خوشنودی کا اظہار بہت سے تعریفی الفاظ میں کیا۔

ایک اور واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے۔ سنہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ پر گو احباب کی وہ کثرت تو نہ تھی۔ جو آج کل کے جلسوں میں نظر آتی ہے۔ لیکن اس موقعہ پر جس قدر بھی احباب آئے ہوئے تھے۔ وہ قادیان کے گلی کوچوں میں چل پھر کر پروانہ وار اپنی محبت اور عشق کا اظہار کر رہے تھے۔ کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا تھا۔ کہ خبر سُنی گئی۔ کہ حضرت اقدس باغ کی طرف نکلے ہیں۔ احباب ملاقات اور زیارت اور مصافحہ میں سبقت لے جانے کی خاطر اس طرف دوڑ پڑے۔ اور جب وہاں جا کر معلوم ہوا۔ کہ حضور ریتی چھلہ کی طرف گئے ہیں۔ تو پھر بازار میں ۴۴

(بقیہ ملاحظہ ہو صہ ۲ کالم ۳ کے نیچے)

میں احمدی کیونکر ہوا؟

منشی تصدق حسین صاحب منشی وکیل مقیم سرگودھا کا بیان

جناب چودھری فضل احمد صاحب اے۔ ٹی۔ آئی مدارس کیمبل پور نے بعض صحابہ رضؓ کے احمدی ہونے کے حالات ان سے پوچھ کر جمع کئے تھے۔ ان میں سے بعض کے حالات تو الحکم کے گذشتہ سال کے پرچوں میں چھپ چکے ہیں۔ اور بعض آئندہ شائع ہو سکیں گے۔ آج کی اشاعت میں منشی تصدق حسین صاحب کا بیان جو چودھری صاحب نے قلمبند کیا شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

آج بتاریخ ۳۰ مارچ ۱۹۴۳ء بروز جمعہ بوقت ۲½ بجے بعد دوپہر بمکان خاکسار واقع ۱۶ املاک سرگودھا بموجودگی جناب مولوی غلام نبی صاحب احمدی اور ینٹیل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا نیازمند نے بھائی تصدق حسین صاحب احمدی منشی وکیل سکنہ موضع بھن ضلع شاہ پور و حال مقیم سرگودھا سے پوچھا۔ آپ کس طرح احمدی ہوئے۔ اس سوال کے جواب میں ان کا بیان یہ تھا:۔

"کہ میرے والد بزرگوار حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح اول رضؓ) کے نارمل سکول راولپنڈی کے ہم جماعت تھے۔ نیز ان کے ساتھ ایک دور کے رشتہ کا تعلق بھی تھا۔ مجھے چچا بزرگوار نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس جموں بھیجا۔ اس وقت جناب مکرم مولوی صاحب مرحوم و مغفور احمدی تھے لیکن ہجرت کر کے ابھی قادیان نہیں آئے تھے۔ میں سیالکوٹ پہنچا۔ تو سنا کہ مرزا صاحب وہاں ہیں۔ جس سے میں پوچھوں بجائے آپ کی جگہ رہائش بتانے کے بدگوئی کرے۔ آخر میں نے مولا بخش بوٹ فروش سکنہ سیالکوٹ جواب پیامی ہے۔ اس سے میں نے پوچھا۔ کیونکہ اس کے چہرے سے شرافت ٹپک رہی تھی۔ اور مجھے امید تھی۔ کہ وہ بتادیگا۔ اس نے مجھے دوکان کے اندر بلا لیا۔ اور پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو۔ پھر اس نے مجھے بتایا۔ کہ بازار میں سیدھے فلاں جانب چلے جاؤ۔ اور پھر فلاں گلی میں مُڑ جاؤ۔ اور فلاں ہاتھ گلی میں ایک مسجد ہے۔ وہاں (حضرت اقدس) 'مرزا صاحب' اور بہت مخلوق نظر آئیگی۔ میں گیا۔ تو دیکھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام مسجد کے ایک دروازے میں شرق کی طرف منہ کر کے تشریف رکھے ہوئے تھے۔ اور حاضرین کافی تعداد میں سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر یہ اوائل کا زمانہ تھا۔ اس وقت عوام دیواروں پر سے اور مکانوں کی چھتوں پر سے تماشا بینی کے طور پر جھانکا کرتے تھے۔ اور گالی گلوچ اور پتھر برسایا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت اقدسؑ کے سامنے مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو میں نے پہچان لیا۔ پہلی دفعہ میں نے ان کو بھیرہ میں دیکھا تھا جبکہ حضرت حکیم الامۃ مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح اولؓ) کی صاحبزادی کی شادی مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے لڑکے عبد الواحد سے ہوئی تھی۔ میں نے ایک آدمی کو کہا۔ کہ مولوی صاحب کو میری طرف بھیجو۔ مولوی صاحب یعنی مولوی عبد الکریم صاحب مجلس میں سے اٹھ کر میری جانب تشریف لائے۔ وہ مجھ کو نہ پہچان سکے لیکن میں نے اپنی پہچان خود کرائی۔ اور بتایا کہ میں شیر محمد صاحب احمدی ان بھن کا بھتیجا ہوں۔ اس پر جناب مولوی صاحب میری درخواست کے ماتحت حضرت اقدس کے سامنے مجھے لے گئے۔ اور میں نے آپ کے سامنے قبلہ رخ بیٹھکر مصافحہ کیا۔ مولوی صاحب موصوف نے عرض کی۔ کہ یہ بھائی شیر محمد صاحب سکنہ بھن ضلع شاہ پور کے بھتیجے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا آپ شیر محمد صاحب کو جانتے ہیں۔ جناب مولوی صاحب نے فرمایا۔ حضور جانتا ہوں۔ فرمایا۔ "وہ بہت نیک اور صالح آدمی ہیں"۔ اسکو دو دفعہ کہا۔ اور پھر تقریر شروع فرمائی۔ میں ایک رومال میں کچھ پھل ہمراہ لے گیا ہوا تھا۔ جو میں نے حضور علیہ السلام کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ دورانِ تقریر میں مجھے خیال آیا۔ کہ میں نے یہ غریبانہ ہدیہ پیش کیا ہے۔ اسکو آپ نے کیوں اٹھایا نہیں۔ شاید میں بہت گنہگار ہوں۔ اور میرا ناچیز ہدیہ اٹھانا پسند نہیں فرماتے۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال گزرا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فوراً اسی رومال کو اٹھا لیا۔ اور اسی وقت تقریر کے دوران میں ہی ایک آدمی کو دے دیا۔ کہ لے جاؤ۔ اور پھر تقریر جاری کر دی۔ میں نے بیعت کی دو دفعہ درخواست کی۔ ہر بار یہ جواب آتا۔ کہ ابھی ٹھہرو۔ تیسری دفعہ شاید دوسرے تیسرے روز میں نے بیعت کی۔ اس وقت میں اکیلا بیعت کر رہا تھا۔ سیالکوٹ میں کل نو یوم قریب ٹھہرا۔ یہ وقت ملاقات وہ تھا۔ جبکہ حضور مشہور لیکچر سیالکوٹ سے پہلے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ سیالکوٹ سے میں جموں پہنچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جناب مولوی نور الدین صاحب مہاراجہ کے ساتھ پنجاب کے کسی اور حصہ میں گئے ہوئے تھے۔ چند یوم کو تشریف لے آئے۔ اور پھر لاہور سے آپ کو تار گیا۔ جو مہاراجہ صاحب کی طرف سے تھا۔ اسکی تعمیل میں آپ میرا کرایہ اپنے ایک شاگرد کو دیکر لاہور کو تشریف لے آئے۔ میں نے بھی کرایہ لیا۔ اور لاہور کو آیا۔ وہاں آپ نے مجھ سے پوچھا۔ اب کدھر جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی۔ فیروز پور کا۔ آپ نے مجھے کرایہ دیا۔ اور میں ادھر چل دیا۔ پھر تعلیم کا خیال چھوڑ دیا۔

میں حضرت اقدس علیہ السلام کے لیکچر سیالکوٹ کے وقت بھی موجود تھا۔ لیکچر چھپا ہوا تھا۔ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھا۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام نے زبانی بھی کچھ تقریر فرمائی۔ لاہور میں بھی میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کا ایک لیکچر سنا۔ اس وقت میرے والد بزرگوار میرے ساتھ تھے۔ لیکچر بریڈلا ہال میں ہوا تھا۔ لوگ رات کو ہی لیکچر ہال میں چلے گئے تھے۔ تا کہ جگہ لے لیویں۔ میں اور میرے والد بزرگوار بھی سحری کے وقت جگہ لینے کو چلے گئے۔ صبح کو حضرت اقدس علیہ السلام کا طلوع آفتاب کے وقت لیکچر شروع ہونا تھا۔ بہت مخلوق اور ہر ایک مذہب کی جمع ہوئی۔ حضرت اقدس علیہ السلام بند بگھی میں تشریف لائے۔ جس کے آگے دو گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ اور ان گھوڑوں کے آگے دو انگریز افسر گھوڑوں پر سوار آگے آگے جا رہے تھے۔ یہ پولیس کپتان تھے۔ ان کے علاوہ دائیں بائیں اور پیچھے دیگر پولیس کے افسر سب انسپکٹر حوالدار وغیرہ گھوڑوں پر سوار ساتھ ساتھ گھوڑے دوڑا رہے تھے۔

اس موقعہ پر بھی لیکچر چھپا ہوا تھا۔ جو حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھا۔ میز کے ساتھ پہلو بہ پہلو حضرت اقدس علیہ السلام و مولوی عبد الکریم صاحب و حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح اول رضؓ) پہلو بہ پہلو کرسیوں پر تشریف فرما تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام درمیان میں۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحب رضؓ آپ کے دائیں ہاتھ۔ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب آپ کے بائیں ہاتھ۔ جب تقریر ختم ہو رہی تھی۔ تو تمام لوگ پنسلوں سے نوٹ کرتے دکھائی دیتے تھے۔ اور جب ختم ہوئی۔ تو سب نے ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنی شروع کیں۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر حضرت اقدس علیہ السلام سے درخواست کی۔ کہ آپ زبانی بھی کچھ فرماویں۔ اس پر حضرت اقدسؑ کھڑے ہو گئے۔ اور لوگوں کا شور بند نہ ہوا۔ باتیں جاری تھیں۔ پولیس کپتان جو انگریز تھا۔ اپنی ٹوپی اتار کر لوگوں کے سروں پر مارتا کہ چپ کریں۔ مگر نہ کئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی عبد الکریم صاحب کو فرمایا۔ کہ آپ قرآن مجید پڑھیں۔ سبحان اللہ اس مردِ خدا نے بیٹھے بیٹھے ہی جب اعوذ پڑھی۔ تو سب لوگ چپ ہو گئے۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب پر قرآن مجید پڑھنا ختم تھا۔ اس موقعہ پر حضرت اقدس میاں چراغ الدین صاحب کے مکان پر اترے ہوئے تھے۔ اور اسی کے ساتھ کے مکان پر شام کے وقت چھت کے اوپر نماز ہونے لگی۔ تو ہر چند عوام سے جو تماشا بین اور بدمعاش سڑک پر جمع تھے۔ درخواست کی گئی۔ کہ چپ رہیں۔ اور نماز پڑھ لینے دیں۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور شور مچاتے رہے۔ مولوی عبد الکریم صاحب نے فرمایا۔ تکبیر کہو۔ تکبیر کہی گئی۔ اور جب آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا۔ تو سبحان اللہ۔ ایسی سریلی آواز کے ساتھ۔ کہ سب شریر چپ ہو گئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے اس لیکچر لاہور کے وقت دو تین مخالف مولوی بازاروں اور راستوں پر منادی کرتے کراتے رہے۔ کہ کوئی شخص لیکچر سننے نہ جاوے۔ جو جاویگا۔ وہ کافر ہو جاوے گا۔ اور اسی طرح جب حضرت اقدس علیہ السلام کا لیکچر سیالکوٹ میں ہوا۔ (جس کا اشارہ اوپر کیا گیا ہے) اس وقت بھی شریروں نے بہت کوشش کی۔ کہ لیکچر سننے کوئی نہ جاوے۔ اس میں بھی میں موجود تھا۔ جموں کے مہاراجہ کی سرائے کے اندر ہوا تھا۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام اس وقت بھی بند بگھی میں اپنی فرودگاہ سے سرائے تک تشریف لائے۔ لیکن اس وقت میں نے آپ کو تشریف لاتے نہ دیکھا۔ کیونکہ سرائے کے اندر بیٹھا تھا۔ ہاں لاہور میں آپ کو بند بگھی میں تشریف لاتے ہوئے اپنی آنکھوں دیکھا۔ اس سرائے کے باہر دروازے کے پاس مخالف مولویوں نے ایک خیمہ لگا رکھا تھا۔ جس میں وہ بھی لیکچر کر رہے تھے۔ تا کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی تقریر کے اثر کو زائل کریں۔ اور شور مچا مچا کر لوگوں کو اندر داخل ہونے سے روکتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ جو اندر جائے گا۔ اس کا نکاح ٹوٹ جائیگا۔ اور وہ کافر ہو جاویگا۔ پولیس کپتان عیسائی تھا۔ وہ کہتا تھا کہ عجیب بات ہے۔ کہ یہ شخص یعنی حضرت اقدس علیہ السلام ہمارے برخلاف اور اسلام کی تائید میں لیکچر دے رہا ہے۔ اور ہم تو عیسائی ہو کر اسکی حفاظت کر رہے ہیں۔ اور یہ مولوی مسلمان کہلا کر لیکچر سننے سے لوگوں کو روکتا ہے۔ اور مخالفت کرتا ہے۔ اس موقعہ پر بھی تقریر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھی تھی۔ جو بالکل کیلی گیلی چھپی ہوئی لوگوں میں تقسیم کی گئی تھی۔"

سنکر صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ تصدق حسین ولد منشی غلام نبی صاحب مرحوم احمدی قوم راجپوت سکنہ بھن تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور بقلم خود۔ فضل احمد احمدی بی۔ اے آنرس بی۔ ٹی انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا بقلم خود۔

شذرات

عزیز محمد زمان صاحب عباسی کی تقریب نکاح

ہم کو اس امر کی بڑی خوشی ہے۔ کہ عزیز محمد زمان صاحب عباسی جو ایک نیک طبع اور پرانے مخلص احمدی صحابی حکیم احمد زمان صاحب مرحوم و مغفور کے فرزند ہیں۔ کے نکاح کی تقریب گذشتہ ایام میں ڈاکٹر رحیم بخش صاحب پنشنر کی صاحبزادی سے عمل میں آئی۔

خطبہ نکاح حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پڑھا تھا۔ حکیم صاحب مرحوم بہت مدت ہوئی۔ جبکہ اس دار الفناء سے دار البقا کو سدھار گئے۔ عزیز احمد زمان ان کا اکلوتا بیٹا ہے۔ حکیم صاحب اگر آج زندہ ہوتے۔ تو یہ تقریب ان کے لئے بڑی مسرت اور شادمانی کی تقریب ہوتی۔ تاہم ہم اپنے ایک مخلص اور بزرگ بھائی کے بیٹے کی خوشی میں شریک ہوتے ہوئے اسے اور اسکی والدہ محترمہ اور خاندان کے دیگر افراد کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے مبارک فرمائے (ایڈیٹر)

میرا سفر حیدر آباد دکن

میں تقریباً ہر سال حیدر آباد دکن جایا کرتا تھا۔ مگر گذشتہ سال کا ۲۸ ستمبر مجھے کبھی نہیں بھولے گا۔ جبکہ میں اپنے لخت جگر محبوب احمد عرفانی کی علالت کی خبر پر اسے دیکھنے کے لئے گیا۔ اسے ٹائیفائڈ تھا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا اور راستہ میں اپنے مولیٰ کے حضور تضرع سے دعائیں کرتا ہوا جا رہا تھا۔ ۲۸ کی صبح کو میں سکندر آباد کے اسٹیشن پر پہنچا۔ اور اسی دن تقریباً ایک بجے کے قریب میرا محبوب میرا لخت جگر میری آنکھوں کے سامنے مجھ سے اور اپنے سارے خاندان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون محبوب احمد بہت نیک بہت ہوشیار اور بڑا سمجھدار بچہ تھا۔ اسکی موت نے میری امیدوں کی عمارت توڑ پھوڑ کر رکھ دی۔ میں جو سالہا سال کا مریض تھا۔ میں نے خدا کے لئے صبر کیا۔ اور اپنی کمر ہمت کو باندھنے کی کوشش کی۔ لیکن باوجود صبر کے جب حیدر آباد کی اس گھڑی کی یاد آتی ہے۔ میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ اور مجھے وحشت ہونے لگتی ہے۔ اس سال میرا وہاں جانے کا قطعاً ارادہ نہ تھا۔ ویسے طبیعت بھی کمزور ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ مجھے پھر حیدر آباد جانا پڑ گیا۔ اور میں ۱۵ رجون کو اس غرض کے لئے حیدر آباد کو روانہ ہو رہا ہوں میری طبیعت کمزور ہے سفر کے قابل نہیں ہوں۔ لیکن جا رہا ہوں احباب سے درخواستِ دعا ہے۔ وہ دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ خیریت سے لے جائے۔ اور خیریت سے واپس لائے۔

عزیزی محبوب احمد عرفانی کے حالات زندگی میں انشاء اللہ کسی دوسرے وقت لکھوں گا۔ تاکہ اس اچھے بچے کا ذکر باقی رہ سکے۔ اور اسکی اچھی باتیں دوسرے بچوں کے لئے سبق بن سکیں۔ وباللہ التوفیق۔ (محمود احمد عرفانی)

الحکم کی اشاعت کے متعلق

سر دست یہی تجویز ہے۔ کہ الحکم ماہواری طور پر نکلے۔ جو چار نمبروں کا مجموعہ سمجھا جائے۔ صفحات کتنے ہونگے اور تاریخ کونسی ہوگی۔ ان امور کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے سر دست اس قدر کوشش و سعی ہے۔ کہ پرچہ زندہ رہے۔

لوائے مدینہ

احمدیہ جھنڈے کو دیکھ کر

رہے لب پہ یارب ثنائے مدینہ
جنہوں نے بسایا تھا کعبہ کو بیشک
وہ شام و سحر کے اذانوں کے نعرے
ہو صلِّ علیٰ احمد ورد میرا
بھرا جس نے دنیا کو امن و اماں سے
تجلی یہ ہے جس کی اب قادیاں میں
جھکیں اس پہ گردن کشوں کی جبینیں
ہے نغموں میں فردوس کے طائروں کے
کیا تازہ آئینِ مہر و وفا پھر
ہو اسلام کو غلبہ یارب دوبارہ
مٹے ظلمت کفر ہوں نور افشاں

بنا دے مجھے تو گدائے مدینہ
تھے شاہوں سے بڑھکر گدائے مدینہ
ہے کس درجہ دلکش صدائے مدینہ
میرا دل ہو اور ہو ہوائے مدینہ
وہ جاں بخش تھی اِک ندائے مدینہ
ہے وہ بعثتِ ثانیائے مدینہ
کشش رکھتی ہے ایسی جائے مدینہ
جو پہلے سُنی تھی نوائے مدینہ
اٹھی قادیاں سے صلائے مدینہ
بلند ہر طرف ہو لوائے مدینہ
زمانہ میں پھر کوچہ ہائے مدینہ

مجھے رکھنا یارب تُو اہلِ وفا میں
رگ و پے میں میرے سمائے مدینہ (آمین)

خاکسار عبد الحکیم احمدی ہیڈ کوارٹر رائل ایر فورس۔ نئی دہلی۔

خواجہ عبد الرحمٰن مرحوم

اخبار الفضل کے بہت پرانے کارکن خواجہ عبد الرحمٰن صاحب گذشتہ ماہ فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ الفضل کی انہوں نے بہت لمبا عرصہ خدمت کی ہے۔ مگر ان کو الحکم سے بھی ایک تعلق تھا۔ ابتدائے زمانہ میں جب خواجہ عبد الرحمٰن صاحب اور ان کے والد بزرگوار منشی شادی خاں صاحب مرحوم جب ہجرت کر کے قادیان آئے۔ تو اس زمانہ میں دونوں باپ بیٹا دفتر الحکم میں بطور کارکن شریک ہوئے۔ الحکم کے رجسٹروں میں کئی جگہ منشی شادی خاں صاحب مرحوم کے آج بھی دستخط موجود ہیں۔ اور کئی کتابوں کی مسلیں آج تک خواجہ عبد الرحمٰن صاحب کے ہاتھ کی اٹھائی ملائی رکھی ہیں۔ اس لحاظ سے خواجہ عبد الرحمٰن صاحب مرحوم کی وفات کا ہم کو بھی شدید صدمہ ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ الحکم کا ایک پرانا کارکن چل بسا۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔

مرحوم میں بعض اعلیٰ صفات تھیں۔ جن میں سے ایک یہ تھی۔ کہ وہ ہر تحریک پر بخندہ پیشانی چندہ دیا کرتے تھے۔ میں ذاتی طور پر نیشنل لیگ کے زمانے میں ان کی اس عادت کا واقف تھا۔ دوسرے غرباء سے بڑی ہمدردی رکھتے تھے۔ افسوس کہ مرحوم کی کوئی اولاد نہ تھی۔

الحکم کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کا ارشاد مبارک

وہ احباب جو الحکم کے معاملہ میں بے پرواہی یا عدم توجہی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ وہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کو غور سے پڑھیں۔ جو حضور نے اس سالانہ جلسہ پر اخبارات سلسلہ کی سفارش فرماتے ہوئے الحکم کے متعلق فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ مخلصین سلسلہ حضرت امام کی آواز پر الحکم کو جاری رکھنے کے لئے چند سکوں کی قربانی کرنے سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ (ایڈیٹر)

حضور نے فرمایا:۔ "الحکم پھر جاری ہوا ہے۔ پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ مگر پھر معلوم نہیں کہ وہ کیوں سو جاتا ہے۔ شیخ یعقوب علی صاحب میرے استاد ہیں۔ اسلئے مرنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ اور اسلئے میں نے سو جاتا ہے کہا ہے۔ وہ اسے جگاتے ہیں۔ مگر پھر سو جاتا ہے۔

بہر حال یہ اخبار پرانا اخبار ہے۔ اور اس نے ابتدائی زمانے میں ایسی خدمت کی ہے کہ جماعت اس کا بدلہ نہیں اتار سکتی۔ سلسلہ کی بہت سی تاریخ اس کی وجہ سے محفوظ ہے۔ اور اگر دوست اسکی پرانی خدمات کی وجہ سے ہی اسکی مدد کر دیا کریں۔ تو یہ بھی اچھی بات ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی چل نکلے

آخر جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں۔ تو ان کی خدمت بھی تو انسان کرتا ہے۔ حالانکہ وہ کوئی کام وغیرہ نہیں کر سکتے۔ مگر جو خدمت بھی بڑھاپے میں ان کی کرنی پڑے۔ انسان کرتا ہے۔ کوئی گھر سے تو نہیں نکال دیتا۔ بلکہ شرفاء تو ایسے وقت میں زیادہ خدمت کرتے ہیں۔ اس صورت کو مد نظر

اور نکل سکے۔ روپیہ وصول ہونے پر حالات کی ذرا سی بھی بہتری کی صورت میں اس میں زیادہ تنظیم پیدا ہو سکے گی۔

اس وقت احباب سے یہی درخواست ہے۔ کہ جتنے صفحے کا پرچہ بھی نکلے۔ اسے قبول فرما کر ممنون فرمائیں۔

میں اگرچہ کچھ عرصہ کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ مگر پرچہ نکلتا رہیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

احباب کے ذمہ تقاضا ہے۔ خدا کے لئے وہ اپنے تقاضے ادا فرما کر الحکم کو زندہ رکھنے میں ہماری مدد فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

مذاکرہ علمیہ

روحانی و جسمانی سلطنت از روئے بائیبل

یہ بات ہر کہ و مہ پر روشن ہے۔ کہ یہودی لوگ شروع سے اور بالخصوص جناب موسیٰ ؑ کے بعد سے یہ امید لگائے بیٹھے ہیں۔ کہ ایک آخری مسیح یہود کی قوم میں سے پیدا ہو کر یہود کی سلطنت جسمانی تمام روئے زمین پر قائم کرے گا۔ چنانچہ علاوہ خانگی عبادات کے وہ ہیکل مقدس heaven یا مقدس عمارت کے عین وسط میں اپنی سجدہ گاہ میں عیدین کے موقعہ پر مسیح اور ایلیاہ کے لئے ایک خالی جگہ چھوڑا کرتے تھے۔ اور آج تک اپنی عبادت گاہ کے خاص مقدس مقام پر بھی اسی طرح مسیح و ایلیاہ کے لئے خالی جگہ چھوڑتے ہیں۔

مسیح یا یسوع ناصری نے جب اپنی دیہاتی زندگی کو ترک کر کے منادی شروع کی۔ اور بالفاظ متی انجیل نویس کے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ "توبہ کرو اور آسمان کی بادشاہت[1]" اور یہ کہ میری بادشاہت زمین کی نہیں۔ اگر زمین کی ہوتی۔ تو میرے شاگرد تلوار چلاتے۔ تو یہود کی ناامیدی کی حد نہ رہی۔

مسیح ناصری نے صاف کہہ دیا۔ کہ میری بادشاہت روحانی ہے۔ اور لفظ روحانی جو روح کے لفظ کے ساتھ یائے نسبتی لگا کر بنایا گیا ہے۔ عبرانی لفظ رواح اور یونانی pneuma اور لاطینی لفظ spiritus اور عربی روح جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔ تمام کے تمام ہوا یا سانس کے معانی میں یونانی بائیبل میں مستعمل ہوئی ہیں۔ یہود نے اس سلطنت کو ہوائی سمجھ کر ہرگز التفات نہ کی۔ اور مسیح کی زندگی کا آخری نتیجہ وہ ہوا جو ہوا۔

جن لوگوں نے یسوع[2] ناصری کو قبول کیا۔ وہ پہلے پہل [illegible] اعمال کی کتاب۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ تمام دنیا پر جو صلیبی جھنڈا لہرا رہا ہے۔ یہ موجودہ مسیحیت کے سچا ہونے پر ایک زبردست اور ناقابل تردید دلیل ہے۔

عہد جدید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح یسوع کی ظاہری زندگی ایک درویشانہ زندگی تھی۔ وہ خود کہتا ہے۔ لومڑیوں کے لئے بھٹ۔ ہوا کے پرندوں کے لئے بسیرے۔ پر ابن آدم[3] کے لئے اتنی جگہ نہیں۔ جہاں وہ سر ٹیکے۔ متی ۸/۱۸ تا ۲۲

پہاڑی وعظ جو انجیل متی کے پانچویں اور چھٹے باب میں مرقوم ہے۔ وہ تقریر ہے۔ جس کو آج تک ہر مسیحی عالم بڑے فخر کے ساتھ مخالفین و موافقین کے روبرو پیش کر کے مسیحی مذہب کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اس کے ایک ایک لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع اور اس کے متبعین کو علائق دنیوی کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں۔ اس وعظ میں ایک دعا ہے۔ جو مسیح نے اپنے شاگردوں کی درخواست پر انہیں تعلیم کی تھی۔ اس دعا کو دعائے ربانی کہا جاتا ہے۔ اس میں صرف ایک ہی جسمانی ربوبیت کے لئے فقرہ ہے۔ کہ "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔" و بس۔ پس اس وعظ سے بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیوی سلطنت سے یسوع یا اس کے متبعین کا کوئی حصہ ہوگا۔

دنیوی سلطنت کے متعلق نئے عہد نامہ کے ایک مقام پر مفصل درج ہے۔ کہ اس کا دینے والا کون ہے۔ اور کون کس طریق پر اسکو حاصل کر سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

یسوع مسیح جب اپنے پیشوا اور مرشد یوحنا اصطباغی سے اصطباغ (بمعنی غوطہ دینا یا دھونا) دریائے یردن میں عوام اشخاص کی طرح بپتسمہ حاصل کر چکا۔ تو اس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گیا۔ تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے۔ اور بالفاظ متی انجیل نویس ابلیس اسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا۔ اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور ان کی شان و شوکت اسے دکھائی اور اس سے کہا۔ اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے۔ تو یہ سب کچھ میں تجھے دے دونگا۔ متی ۴ : ۱ تا ۱۱ وغیرہ۔ اور اگر ہم اس مقام کے ساتھ لوقا طبیب انجیل نویس کے یہ الفاظ بھی مطالعہ کریں۔ تو معاملہ زیر بحث زیادہ صاف اور روشن ہو جاتا ہے۔ لوقا یہ اضافہ فرماتا ہے۔ "کیونکہ یہ میرے سپرد ہے۔ اور جس کو چاہتا ہوں۔ دیتا ہوں۔ لوقا۔

یہ ابلیس کے الفاظ دربارہ اختیار خویش ہیں۔ اور جب ہم بائیبل کو پڑھتے ہیں۔ تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ خدا نے قدیم سے ابلیس کو اپنی خدائی میں کس قدر عظیم الشان اختیارات تفویض فرمائے ہوئے ہیں۔ سب سے اول یہ امر قابل لحاظ ہے۔ کہ ابلیس یا شیطان کے لئے یونانی زبان میں Diabolos دشمن آیا ہے۔ اکثر مقامات پر ابلیس کو شیطان کا نام دیا گیا ہے۔ جو Satanas کا عبری مترادف ہے۔ مکا ۱۲ : ۹

اور مفسرین بائیبل نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ ابلیس کوئی خارجی وجود ہے چنانچہ مسیح یسوع کی آزمائش کی تفسیر کرتے ہوئے جملہ مفسرین نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ "یہ بھی ایک حقیقی تجربہ ہے۔ جو تمثیلی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ (یسوع) [illegible] دل نہ تھا۔ اور ان آزمائشوں کا تجربہ کیا۔ جنہیں اس نے (یسوع) نے محسوس کیا۔ کہ اس کے (یسوع) کے دل سے نہیں نکلتی تھیں۔ بلکہ کسی خارجی طاقت کی جانب سے اس کے سامنے رکھی جاتی تھیں۔ تفسیر ہارن صاحب وغیرہا۔ پس معلوم ہو گیا۔ کہ ابلیس خارج میں کوئی وجود ہے۔ اور بس۔

اب اس کے اختیارات کے متعلق عہد قدیم و عہد جدید یوں بیان فرماتا ہے سب سے اول توریت کی کتاب تکوین کے شروع کے ابواب کی تفاسیر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حوا و آدم کی لغزش میں شیطان کا سب سے بڑا دخل تھا۔

دوئم کتاب ایوب میں لکھا ہے۔ "اور ایک دن ایسا ہوا۔ کہ بنی اللہ آئے۔ کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں۔ اور شیطان بھی ان کے درمیان آیا۔ تب خداوند نے شیطان سے پوچھا۔ تو کہاں سے آتا ہے شیطان نے خداوند کو جواب دیا۔ کہ زمین کے ادھر ادھر سے پھر کے اور اس میں سیر کر کے آتا ہوں۔ پھر خداوند نے شیطان سے کہا۔ تو نے میرے بندے ایوب کے حال پر غور کیا۔ پہلا باب چھٹی آیت اور آیت ۱۲ میں ہے۔ خداوند نے شیطان سے کہا۔ دیکھ اس کا سب کچھ تیرے قابو میں ہے۔ مگر فقط اس پر اپنا ہاتھ نہ بڑھائیو۔ اور پھر ۲/۶ میں ہے۔ صرف ایوب کی جان نہ جائے۔ اس کا بدن بھی تیرے قابو میں ہے۔

آدم و حوا کے ساتھ شیطان نے جو کچھ کیا۔ اس کا رونا پہلے سے رویا جا رہا تھا۔ کہ ایوب کے متعلق شیطان کو وسیع اختیارات تفویض ہوئے ہیں۔ اور اپنی اختیارات کو مسٹر ابلیس نے کام فرما کر غریب ایوب کا وہ حال کیا جو بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیطان اور یہودی یہوواہ آپس میں زور آزمائی کر رہے ہیں۔

اب عہد قدیم کے بعد عہد جدید کو لیجیے۔ جیسا کہ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ مقدس لوقا کے الفاظ میں شیطان یسوع کو صاف کہتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ (دنیا کی شان و شوکت و بادشاہتیں) میرے سپرد ہیں۔ جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ لوقا ۴/۶۔ اور ان کے حصول کا طریق واحد صرف شیطان کو سجدہ کرنا ہے۔ پھر اس کے علاوہ یوحنا ۱۲/۳۱ میں ہے۔ "اب دنیا کی عدالت کی جاتی ہے۔ اب دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔ اور یوحنا ۱۴/۳۰ میں ہے۔ اور اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کہوں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور یوحنا ۱۶/۱۱ میں ہے۔ عدالت کے بارے میں اسلیئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کی عدالت کرنے میں شیطان بھی دخیل کار سمجھا جاتا ہے۔ اور یوحنا ۱۶/۱۲ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کے سردار سے یسوع بھی مرعوب ہو کر اپنے شاگردوں سے بہت سی باتیں پوشیدہ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ افسی ۲/۲ و دیگر مقامات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کی شان و شوکت شیطان کے سپرد ہے۔ اور جو اسے سجدہ کرتا ہے۔ وہ بہت کچھ شان و شوکت سے اسے عطا کرتا ہے۔ اور یہود [illegible] اسکو تسلیم [illegible]

ہم راہ چلتے ہوئے ایک اور اعتراض متعلقہ بحث ہذا کا جواب دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بالعموم مسیحی کہا کرتے ہیں۔ کہ مسیح نے فرمایا ہے۔ اسلیئے فکرمند ہو کر یہ نہ کہو۔ کہ ہم کیا کھائیں گے۔ یا کیا پئیں گے۔ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں۔ اور تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے۔ کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔ بلکہ تم پہلے اسکی بادشاہت اور اسکی راستبازی کی تلاش کرو۔ تو یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائیں گی۔ پس کل کے لئے فکر نہ کرو۔ کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لیگا۔ آج کے لئے آج ہی کا دکھ کافی ہے۔ متی کی انجیل ۶/۲۵ تا ۳۴۔

پس مسیحی کہتے ہیں۔ کہ راستبازی اور خدا کی بادشاہت کے پا لینے کے بعد دنیا کی شان و شوکت اور بادشاہتوں کا ملنا بفرمان مسیح خداوند

---

[1] صرف متی کی انجیل میں الفاظ آسمان کی بادشاہت تینتیس دفعہ آئے ہیں۔ [2] یہود میں یسوع ایک تاریخی نام ہے۔ عام طور پر لوگ اس نام کو رکھتے تھے۔ یسوع و یشوعہ ایک ہی نام ہے۔ اور عبرانی یہوشع گنتی ۱۶:۳ ذکر [3] کا مخفف ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے یاہو و شع بمعنی یہوواہ نجات ہے۔ یونانی میں یہ لفظ "آئی سو" ہو گیا۔ یہ لقب "ابن آدم" یسوع نے اپنی نسبت اناجیل میں استعمال کیا ہے۔ عہد نامہ کے دوسرے حصص میں سوائے ایک بار کے نہیں ملتا۔ اور وہ مقدس استیفان شہید کے آخری الفاظ میں مذکور ہے دیکھو اعمال ۷/۵۶ پہلی صدی سے لیکر آج تک اس لفظ کے متعلق ادق ابحاث ہوتی رہی ہیں۔ ذیل میں ان کا خلاصہ برائے اضافہ معلومات ناظرین کیا جاتا ہے۔ تا معلوم ہو۔ کہ صاحب لقب کیسا منکسر المزاج شخص تھا۔ یہ لقب مسیح نے اپنے لئے بصیغہ واحد غائب استعمال کیا ہے۔ اردو اور دیگر ہندوستانی زبانوں میں بھی یہ طریقہ ہے۔ کہ متکلم اپنے آپ کو کبھی کبھی بصیغہ واحد غائب ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً بندہ، یا راقم کے الفاظ سے متکلم اپنی خاکساری و انکساری کا اظہار کرتا ہے۔ اناجیل میں یسوع نے اس لقب کو اپنے لئے استعمال کیا ہے۔ متی کی انجیل میں تیس[30] دفعہ۔ مرقس کی انجیل میں چودہ[14] مرتبہ اور لوقا کی انجیل میں پچیس[25] مرتبہ اور یوحنا کی انجیل میں بارہ[12] دفعہ۔ بجز یسوع کے غالباً دو دفعہ دیگر اشخاص نے یسوع کیلئے یہ لقب استعمال کیا ہے۔ یوحنا ۱۲ : ۳۴ میں لوگ اس لقب کو بطور اقتباس کے نقل کر کے مسیح سے اس کے معنی دریافت کرتے ہیں۔ مگر کلیسیا میں یہ لقب بوجہ خاص مصلحت کے کبھی یسوع کے لئے رائج نہیں کیا گیا۔ باوجودیکہ استیفان شہید اسکو استعمال کر چکا تھا۔ اور یعقوب راستباز نے بھی اپنی شہادت کے وقت اس کو استعمال کیا تھا۔ تاریخ کلیسیا مصنفہ یوسیبس میں ہگیپس سے روایت ہے کہ یعقوب راستباز نے بحوالہ متی ۲۶ : ۶۴ اس لقب کو یسوع کے لئے اپنی شہادت کے وقت استعمال کیا یسوع نے اپنی خدمات کے

(بقیہ دیکھو حاشیہ ص ۷ پر)

لازمی نتیجہ ہے۔

لیکن یہ جواب ایک مغالطہ دہی سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتا ہو سکتا بوجوہات ذیل :-

(ا) باب ۶ کی آیات ۲۵ تا ۳۴ بلکہ سارا چھٹا باب پڑھ جاؤ۔ کہیں دنیوی شان وشوکت یا بادشاہتوں کا آسمانی سلطنت یا راستبازی کے پالینے کے ساتھ وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کھانے پینے اور پہننے کے متعلق سوال کا جواب ہے۔ جبھی تو یسوع کہتا ہے۔ اس لئے فکرمند ہو کر یہ نہ کہو۔ کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پیئیں گے (اور کیا پہنیں گے) وہ کہتا ہے۔ کہ کھانے پینے اور پہننے کا انتظام خدا کر دے گا۔ نہ کہ سلطنت کا۔

(ب) یسوع کہتا ہے۔ اور لفظ عبری آمین کو کام فرما کر تاکیداً کہتا ہے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا اس سے آسان ہے۔ کہ اونٹ سوزن کے ناکہ میں سے گذر جائے۔ متی ۔ پس سلطنت کجا دولتمندی بھی خدا کی بادشاہت کے ادخال کے رستہ میں سد راہ ہے۔

(ج) اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ کیا اوائل زمانہ کے مسیحیوں سے زیادہ اس زمانہ کے مسیح شاگرد راستبازی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور کہ وہ پہلے شاگردوں سے بلکہ ۳۲۵ء تک کے مسیحیوں سے زیادہ آسمانی بادشاہت پا چکے ہیں۔ کیونکہ تقریباً ساڑھے تین صدیاں تو غربت ومسکنت میں بسر ہوئی تھیں۔

(د) اور اگر واقعی پہلی صدیوں کے مسیحیوں سے اس زمانہ کے مسیحی زیادہ راستباز واقع ہوئے ہیں۔ تو پھر مرقس کی انجیل کے مقام ۱۶/۱۷ والے معجزات دکھلاویں۔ تاکہ دعویٰ پر دلیل ہو۔ جہاں لکھا ہے۔ اور جو ایمان لاویں گے۔ ان کے درمیان یہ معجزے ہوں گے۔ وہ زہروالی اشیا کھانے سے نہ مریں گے۔ بد روحوں کو　　جو بالکل ناممکن امر ہے۔

(س) متی ۱۷/۲۰ مسیح کہتا ہے۔ کہ "اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو۔ تو اس پہاڑ سے کہو۔ کہ وہاں چلا جا۔ تو چلا جائیگا۔ پس موجودہ مسیحی کل راستبازی نہ دکھلاویں۔ اگر ان میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے۔ تو پہاڑ چھوڑ معمولی گھاٹی کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ بھیج کر دکھلائیں۔ تا دعویٰ پر دلیل ہو۔

ظاہر ہے۔ کہ مذکورہ بالا نشانات میں سے کوئی بھی نشان مسیحی نہیں دکھلا سکتے۔ پس سلطنت کے دستیاب ہونے کی ایک ہی صورت بائیبل کی رو سے رہتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور وہ ہے شیطان کو جھک کر یا گر کر سجدہ کرنا۔ اور پھر یہ صاحب اختیار ہستی جب وعدہ خویش دنیا کی شان وشوکت اور سلطنت دے دیتی ہے اور یہ نتیجہ عیسائی مسلمات کی رو سے نکلتا ہے۔ اور اسکو مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ ایک دو نے نہیں۔ بیسیوں شارحین بائیبل نے کہ دنیا کے مال ومنال کے متعلق ابلیس کو بھی اختیارات حاصل ہیں۔ جو ہٹلر جیسے آدمیوں کو سلطنت دیکر خدا کی بیگناہ مخلوق کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ مجھے آجکل کے مسیح یسوع کے شاگردوں کے متعلق یہ کہنے میں ذرا بھی حذر معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یسوع کی خدمت کے ایام میں جس قدر ایمان ایک صوبیدار[۱] نے دکھلایا۔ اس کا عشر عشیر بھی کسی ماننے والے عیسائی میں پایا جاتا ہو۔ بلکہ رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نظر نہیں آتا۔ جبھی تو کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے۔ جو ان کے ایمان کے ساتھ یسوع نے شرط مقرر کی ہے۔

یسوع مسیح کی آزمائش کے قصہ سے ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ مسیح نے شیطان کو کہا۔ اے شیطان دور ہو۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔" متی ۴/۱۱

مسیح عبادت کا حق صرف خدائے واحد کے لئے تسلیم کرتا ہے۔ دویم یہ کہ یعقوب ۱/۱۳ میں ہے۔ خدا آزمایا نہیں جاتا۔ مگر بقول متی ولوقا کے مسیح آزمایا گیا۔

پس مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔　　(باقی دارد)

(شیخ عبد الخالق نو مسلم)

---

[۱] یسوع کے زمانہ کے صوبیدار کیا تھے۔ واضح ہو۔ کہ اس زمانہ میں رومی فوج کا ایک دستہ لیجیون کہلاتا تھا۔ جس میں چھ ہزار پیادہ سپاہی ہوتے تھے۔ اور اس پر ایک جنرل ہوتا تھا۔ جس کو "امپراطور" کہتے تھے۔ یہ لیجیون ۶ کوہارٹ یا پلٹنوں پر منقسم ہوتا تھا۔ جس میں ایک ایک ہزار سپاہی ہوتے تھے۔ اس پلٹن کا افسر اعلیٰ "ٹرابیون" یا کرنل کہلاتا تھا۔ دیکھو یوحنا ۱۸/۱۲ اعما ۲۱/۳۱ "پلٹن کا سردار" اس قسم کی ایک پلٹن یوروشلم کی ہیکل کے اور انتونیا کے قلعہ میں رہتی تھی۔ کوہارٹ سو سو آدمی پر منقسم تھا۔ جس کا افسر صوبیدار کہلاتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶ آخری ایام میں قبول کیا تھا۔ ۱۲، ۱۶ و ۱۷۔ قدیم کلیسیا میں شارحین نے اس لقب کے ساتھ ہمیشہ یونانی میں حرف تعریف استعمال کیا ہے۔ پرانے عہد نامہ میں بھی یہ لقب آیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ بقول جمہور مفسرین یسوع نے اپنی انکساری اور انسانیت کاملہ کے ظاہر کرنے کو اپنے لئے یہ لقب مخصوص کیا۔ [۳] یہ دعا یہود کی دعا کے مشابہ ہے۔ جو یسوع کے زمانہ میں یہود میں مروج تھی۔ مثلاً دعائے قدیش کا آغاز بایں الفاظ ہے۔ "خدا کے بزرگ نام کی تمجید اور تقدیس ہو۔" رسالہ موسومہ "تعلیم دوازدہ رسل" میں جو ۱۰۰ء میں تصنیف ہوا۔ لکھا ہے۔ کہ دن میں تین بار مسیحی اس دعا کو پڑھتے تھے۔ یونانی الفاظ "اومائس پاتیر" اے ہمارے باپ بھی یسوع کی ایجاد نہیں۔ بلکہ توریت میں بھی خدا کو باپ کہا گیا ہے۔ استثنا ۳۲: ۶ و یسعیاہ ۶۳: ۱۶۔ نیز ایاکریفا میں افراد بھی لوگ بلفظ باپ خدا کو ملقب کرتے ہیں۔ دیکھو کتاب حکمت ۲: ۱۶ و ۱۴: ۳۔ یہودی ربی اپنی دعا میں عام طور پر یہ لفظ استعمال کرتے۔ پس مسیحی مذہب کی عالمگیری کی یہ لفظ کوئی دلیل نہیں ہے۔

[۴] ۔ پرانے عہد نامہ کے اس مقام و دیگر کئی ایک مقامات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کے ہاں بھی ایک سینڈرم یا مجلس علمائے یہود کی طرح ایک سینڈرم ہے۔ لفظ سینڈرم ایک یونانی لفظ سینڈریان سے مشتق ہے۔ جس کے معنی مجلس کے ہیں۔ عبرانی میں مجلس "بیت دین" دار العدالت کہلاتی تھی اور کبھی کبھی اسکو بزرگان یا مشائخان قوم کی مجلس بھی کہا جاتا تھا۔ دیکھو لوقا ۲۲: ۶۶ و اعما ۲۲: ۵ اس کا میر مجلس "کاہن" ہوتا تھا۔ اور اسکے ممبران حسب ذیل اشخاص شامل ہوتے تھے۔ (۱) کاہن امرا جو حاکم یا سردار کاہن کہلاتے تھے۔ اور یہ عموماً فرقہ صدوقی سے ہوتے تھے۔ بزرگان ومعززین قوم جو جاگیرداروں میں سے منتخب ہوتے تھے۔ اور یہ بھی فرقہ صدوقی سے ہوتے تھے۔ (۲) مجتہد ومفتی اور قاضی یہ بالخصوص فریسی ہوتے تھے۔ اور مجالس [illegible] یہود میں یہ جماعت بہت زیادہ ہر دلعزیزی رکھتی تھی۔ یسوع کے زمانہ میں رومی سلطنت کی طرف سے اسی مجلس کو بہت کچھ اختیارات حاصل تھے جو زیادہ تر عدالتی تھے۔ اور ایک حد تک معاملات پولیس ومال کے اختیارات بھی ان کو حاصل تھے۔ اس مجلس کو اپنے فیصلے نافذ کرنے کا اختیار تھا۔ صرف سزائے موت کی نسبت حاکم اعلیٰ یعنی صوبہ کے گورنر کی منظوری ضروری تھی۔ اسی قسم کی ایک مجلس اللہ کے ہاں بھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا ایوب کی

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

آج سے ۳۴ سال پیشتر حضرت مسیح موعود ؑ کی مجلس کا رنگ

آپ کی مجلس کا رنگ ہو بہو نبوت کا (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا رنگ ہے۔ (وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے مسئلہ پر آج کچھ بحثیاں کرتے ہیں۔ وہ غور فرمائیں۔ کہ سنہ ۱۹۰۸ء میں وہ شخص جو خدا کی وحی میں مسلمانوں کا لیڈر کہلایا۔ کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ عرفانی کبیر)

حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد ہی آپ کی انجمن تھی۔ اور وہی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی جگہ تھی۔ ایک درویش دنیا سے قطع کر کے جنگل میں بیٹھا ہوا اور اپنے تیئیں اس شغل بے شغلی میں پورا با خدا سمجھنے والا اگر ایسے وقت میں آپؐ کی مسجد میں آ جائے۔ کہ جب آپ جہاد کی گفتگو کر رہے ہیں۔ تو کیا وہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ آپ ایسے رحیم کریم ہیں۔ کہ رحمۃ للعالمین ہونے کا حق اور بجا دعویٰ کر رکھا ہے۔ اور ساری دنیا سے زیادہ خدا اور اسکی مخلوق کی رعایت رکھنے والے ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور تو کردہ تھا۔ ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھکر حیران ہو گیا۔ آپ سے کہا۔ کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں۔ لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔

"میرا یہ مسلک نہیں۔ کہ میں ایسا تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں۔ کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں۔ جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں۔ اور میں بت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں میں تو بت پرستی کے رد کرنے کو آیا ہوں۔ نہ یہ کہ میں خود بت بنوں۔ اور لوگ میری پوجا کریں۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔"

مسجد مبارک میں آپکی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی۔ ایک اجنبی آدمی آپؑ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت نہیں پہچان سکتا۔ آپؑ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونہ میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں۔ جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیر رہا ہے۔ میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں۔ اور اسلئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں۔ لبسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سر زدہ اندر داخل ہوا ہے۔ تو سیدھا میری طرف آیا ہے۔ اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے۔ یا حاضرین میں سے کسی نے اسے حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

"آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔"

ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے۔ کہ آپ کو مخصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔ جو کچھ چاہتا ہے۔ بے تکلفی سے عرض کر دیتا ہے گھنٹوں کوئی اپنی داستان شروع رکھے۔ اور وہ کیسی ہی بے سروپا کیوں نہ ہو۔ آپ پوری توجہ سے سنتے جاتے ہیں۔ لبسا اوقات حاضرین اپنی انبساط قلب اور حوصلہ کے موافق سنتے سنتے اکتا گئے ہیں۔ انگڑائیاں اور جمائیاں لینے لگ گئے ہیں۔ مگر حضرت کی کسی حرکت نے ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ملال کا

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم بزدار

(۲)

بھوتوں والے کنوئیں کی لکڑیوں کا ایندھن بنا لیا

دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ہماری کچھ تھوڑی سی اراضی تھی۔ کبھی کبھی ہم لوگ نقل مکانی کرکے وہاں چلے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ سردی کے موسم میں ہم وہاں جا رہے۔ وہاں ایک کنواں تھا۔ جس پر بہت لکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کو کوئی ہاتھ نہ لگاتا تھا۔ اور مشہور تھا۔ کہ جو شخص ان کو اٹھائیگا اس کو جن پکڑ لیں گے۔ والد صاحب نے فرمایا۔ یہ وہم ہے۔ ایسے جن نہیں جو آدمی کو پکڑ لیں۔ مگر وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ والد صاحب نے ان تمام لکڑیوں کو حسب ضرورت ایندھن کے طور پر استعمال کر ڈالا۔ اور لوگوں کو دکھا دیا کہ دیکھو جن بھوت کوئی چیز نہیں۔ ایسی کوئی مخلوق نہیں۔ جو آدمیوں کو چمٹ جائے۔ اسی طرح ایک جنگل ہے کہ وہاں بھی بھوتوں کا مسکن بتایا جاتا تھا۔ آپ نے اپنے کام میں لگائیں۔ کوئی جن بھوت آپ کے پاس نہ آیا۔

ایک سچی خواب

خاکسار موضع تنگھانی کے مڈل سکول میں سیکنڈ ٹیچر تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ خاکسار گھر کے نزدیک آ جائے۔ اس لئے اس بارے میں ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ خواب دیکھا۔ کہ میری تبدیلی کوٹ قیصرانی میں ہو گئی ہے۔ کوٹ قیصرانی خاکسار کے گھر سے نصف میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہوا تبدیلی کا کہیں کوئی پتہ نہ تھا۔ کہ اچانک تبدیلی کا حکم دفتر صدر سے آ گیا۔ تنگھانی کے ہیڈ ماسٹر اور حلقہ کے اے۔ ڈی۔ آئی نے بوجہ مخالفت کوشش کی۔ کہ تبدیلی کا حکم منسوخ ہو جائے۔ مگر وہ ناکام رہے۔ اور خدا کی بتائی بات پوری ہوئی۔ یعنی خاکسار کی تبدیلی جیسا کہ آپ نے دیکھا تھا کوٹ قیصرانی میں ہو گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

تن کے کپڑے اتار کر غرباء و مساکین کو دے آتے تھے

بسا اوقات کبھی چادر کبھی کرتہ۔ کبھی کوئی دوسرا کپڑا کسی حاجتمند کو دے دیتے تھے۔ اور بغیر کپڑے کے گھر واپس آ جاتے تھے۔ جب ہماری والدہ پوچھتی تھیں۔ کہ فلاں کپڑا آپ کا کہاں گیا۔ تو فرماتے وہ میں نے کسی کو دے دیا ہے۔ اگر والدہ صاحبہ ناراض ہوتیں تو فرماتے۔ اس بیچارے کو بڑی ضرورت تھی۔

حدیث شریف پڑھنے اور سننے کا شوق

صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ انتخاب صحاح ستہ۔ مشکوٰۃ۔ الواح الھدیٰ مصنفہ قاضی اکمل صاحب۔ اسوہ حسنہ مصنفہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب آپ کے مطالعہ سے گذری تھیں۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ آپ بار بار فرماتے رہتے تھے۔ مگر جب خاکسار رات کو کھانا کھانے کے بعد چند احادیث گھر میں سنانے لگتا۔ اور کہتا کہ حدیث سناؤں۔ تو آپ اپنی زبان میں فرماتے۔ "ہاں حدیث سننے کے لئے مر رہے ہیں" یعنی حدیث سننے کی بڑی خواہش ہے۔ بہت دفعہ میں نے دیکھا۔ کہ آپ احادیث پڑھ رہے ہیں۔ یا میں سنا رہا ہوں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ یا قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ اور آپ کی آنکھیں پُرنم ہیں۔ یا حضرت اقدسؑ کی کوئی کتاب مطالعہ فرما رہے ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو کی لڑی جاری ہے۔

نماز تہجد:- اکثر نمازیں خشوع خضوع سے ادا فرماتے تھے۔ اور خاصکر نماز تہجد میں تو عجیب رنگ ہوتا تھا۔ اس نماز کو آخری دنوں تک جاری رکھا۔ بیماری کے ایام میں میں نے دیکھا۔ چارپائی پر بیٹھے نماز تہجد ادا فرما رہے ہیں۔ حتیٰ کہ چارپائی پر بیٹھنے سے جب لاچار ہو گئے۔ تو پھر خدا معلوم لیٹے ہوئے نماز تہجد پڑھتے میں نے نہیں دیکھا۔

کئی دفعہ میں نے دیکھا۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر بیٹھے ہیں۔ اور حضرت اقدسؑ کا کوئی شعر زبان پر ہے۔ اور آنکھیں پرنم ہیں۔ اس شعر کو بہت پڑھتے تھے۔

جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار

یا یہ نظم اکیلے بیٹھے نہایت سوز سے پڑھ رہے ہیں۔

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے ۔ چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

یہ ساری نظم یاد تھی۔ اور کثرت سے پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی پڑھتے تھے۔

قوت نیکی نہ داری بد مکن ۔ بر وجود خود ستم بیجد مکن

ہمارے چھوٹے بچے جب رونے لگتے۔ تو آپ ان کو چپ کرانے کیلئے حضرت اقدسؑ کی کوئی نظم یا شعر پڑھتے۔ مثلاً خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے۔ یا

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو ۔ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

یا ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ۔ کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

چونکہ نہایت خوش الحان تھے۔ بچے سُنکر سو جاتے تھے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ وغیرہ بزرگان کے بہت سے اشعار آپ کو یاد تھے۔ جو نہایت چیدہ اور نصیحت آموز تھے۔ میں اپنی کوتاہی اور غفلت پر سخت نادم ہوں۔ میں نے وہ نصیحت آموز مجموعہ اشعار جمع کرنے میں سخت سستی کی۔ مولیٰ کریم مجھے معاف کرے۔ ورنہ ان سے بہت سعید دلوں کو فائدہ پہنچتا۔ مگر افسوس کہ وقت گزر گیا۔ اور وہ خدا کا پیارا ہم سے جدا ہو گیا اور جو قیمتی چیزیں ان کے سینہ میں مخفی تھیں۔ وہ زمین میں ان کے ساتھ مخفی ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بیماری اور رحلت

جلسہ سالانہ ۱۹۳۹ء چونکہ ایک خاص جلسہ تھا اس لئے میں نے کوشش کی۔ کہ والدین کو اس جلسہ میں شامل کروں۔ چنانچہ اس دفعہ والدین کو جلسہ سالانہ پر ساتھ لے گیا۔ باوجود طبعی کمزوری کے نہایت مستعدی سے تیار ہو گئے۔ جلسہ کی مبارک تقریب سے بخیریت گھر واپس آ گئے۔ جنوری ۱۹۴۰ء میں میں والد صاحب کو اپنے بچوں کے ساتھ موضع چونی میں لے گیا۔ جہاں میری ملازمت ہے۔ وہ ایک ویران سا گاؤں ہے۔ جو ڈیرہ غازیخاں کے شمالی سرے پر واقع ہے۔ یہاں سارا دن گھر میں مطالعہ میں مصروف رہتے۔ کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد آپ کو خونی اسہال شروع ہو گئے۔ علاج معالجہ سے کچھ دنوں کے بعد آرام ہو گیا۔ مارچ ۴۰ء میں میرے عیال اطفال کے ساتھ واپس اپنے گھر بستی بزدار تشریف لے گئے۔ اپریل مئی جون میں طبیعت بالکل تندرست رہی۔ یہاں تک جمعہ پڑھنے کے لئے کوٹ قیصرانی تشریف لے جاتے۔ گرمی کی بھی پروا نہ کرتے ماہ جون کے آخر میں آپ کو تونسہ تشریف جانا پڑا۔ وہاں پھر آپ کو خونی اسہال کی شکایت ہو گئی۔ وہاں کچھ دن ٹھیرے علاج بھی کرایا۔ مگر آرام نہ ہوا۔ پھر گھر تشریف لے آئے۔ مگر آرام نہ ہوا۔ خون بواسیر کے سبب کثرت سے آنے لگا۔ اسہال بھی جاری رہے۔ خاکسار کو جب معلوم ہوا۔ رخصت لیکر حاضر خدمت ہوا۔ دوائی وغیرہ بنوا دی۔ لیکن اس وقت حالت ابھی اچھی تھی۔ ظاہراً فکر کی کوئی بات نظر نہ آتی تھی۔ پھر میں اپنے کام پر واپس چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہی گرمی کی رخصتیں مل گئیں۔ میں اور بھائی فتح محمد خاں حاضر خدمت ہو گئے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کے لئے تونسہ شریف سے دوائی لے آؤں۔ کیونکہ وہاں قابل حکیم ہیں۔ مگر مجھے منع کیا۔ لیکن مولوی محمد خان صاحب کے سمجھانے سے مجھے تونسہ جانے کی اجازت دی۔ میں نے تونسہ جا کر آپ کا قارورہ حکیموں کو دکھایا۔ اور ان سے مشورہ لیا۔ دوائی لے آیا۔ جس کے استعمال سے خون آنا بند ہو گیا۔ اور اسہال میں بھی کمی واقع ہو گئی۔ اور طبیعت میں افاقہ نظر آنے لگا۔ مگر پانچ سات دن کے بعد پھر اسہال شروع ہو گئے۔ پھر دوائی سے بالکل نفرت ہو گئی۔ جب ہم دوائی استعمال کے لئے عرض کرتے فرماتے دیکھو اب علاج نہ کرو۔ اب کمزوری زیادہ ہو گئی ہے۔ اور یہ اسہال کی بیماری ہماری وراثت میں چلی آتی ہے۔ ہمارے اکثر آباؤ اجداد اسی بیماری سے فوت ہوئے ہیں۔ جب یہ اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ تو پھر نہیں ہٹتے۔ اب زندگی تھوڑی باقی ہے۔ اس کے بعد غذا بھی چھوڑ دی۔ میں ایک دن پاؤں دبا رہا تھا۔ آپ کی کمزوری دیکھ کر میرے آنسو نکل آئے۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان خداوند کریم آپ کو شفا بخشے ہمیں تو کسی معاملہ کا پتہ نہیں۔ آپ ہم پر سایہ ہیں۔ آپ ہمارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ہم باہر ملازمت پر ہوتے ہیں۔ آپ کی موجودگی کی وجہ سے ہم مطمئن رہتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ بیٹا خداوند کریم شفا بخشے۔ تو وہ قادر ہے۔ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر اب میں بہت زندگی گزار چکا ہوں۔ اس زندگی میں خدا نے کوئی سخت صدمہ مجھ پر وارد نہیں فرمایا۔ تمہارے گھر آباد دیکھ چکا ہوں۔ تمہاری اولاد دیکھ لی ہے۔ تمہارے چچا زاد بھائیوں کے گھر آباد اور ان کی اولاد دیکھ لی ہے۔ اب مجھے کوئی غم نہیں کہ میں اس دنیا سے چلا جاؤں۔

آخری گھڑی

بتاریخ ۷ جون خاکسار کوٹ قیصرانی گیا۔ وہاں معلوم ہوا۔ کہ ۹ جولائی کو سکول کھل جائیں گے۔ واپس آکر میں نے عرض کیا۔ پرسوں حاضری ہے۔ کل مجھے جانا پڑیگا۔ اگر آپ فرماویں۔ تو میں رخصت لے لوں فرمانے لگے۔ نہیں تم چلے جاؤ۔ تمہارا بڑا بھائی فتح محمد خاں میرے پاس ہے ہماری منزل بھی تھوڑی رہ گئی ہے۔ مگر خدا جانے کس وقت ختم ہوتی ہے۔ عصر و ظہر کی نمازیں جمع کرکے ادا فرمائیں۔ میں اس وقت موجود نہ تھا بھائی صاحب بھی موجود نہ تھے۔ کہ یکایک طبیعت بے چین ہو گئی۔ میرے اور بھائی صاحب کے پیچھے آدمی گئے۔ بھائی صاحب پہلے پہنچ گئے۔ میں ذرا بعد میں آیا۔ والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ موجود تھیں میں نے عرض کیا۔ کیا طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ فرمانے لگے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ ہم نے ٹھنڈا کپڑا سینہ پر ڈالا۔ کہ شاید گرمی اور گھمس کی وجہ سے تکلیف ہو۔ پنکھا وغیرہ ہلانے لگے۔ فرمایا مجھے باہر لے چلو۔ ہم چارپائی سمیت آپ کو باہر لے آئے۔ فرمانے لگے سرہانہ ذرا اونچا کر دو۔ ہم نے تعمیل کی۔ اس کے بعد کوئی کلام نہیں کیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ طبیعت زیادہ گر رہی ہے۔ بھائی صاحب کو کہا۔ کہ سورہ یٰسین کی تلاوت کرو۔ وہ پڑھنے لگے۔ دو تین منٹ کے بعد اپنا ہاتھ ریش مبارک تک لائے۔ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور ہاتھ بھی وہیں ریش مبارک پر رہ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

قابل توجہ احباب

الحکم کے جن خریداروں کے ذمہ گذشتہ سالوں سے بقائے چلے آ رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں اب مطالبات کے لئے وی۔ پی بھیجے جائیں گے۔ اسی لئے ان سے مؤدبانہ درخواست ہے۔ کہ وہ ان کی وصولی کے لئے تیار رہیں۔ (محمود احمد عرفانی)